© rasailojaraid.com

پروفیسر خالد شبیر احمد *
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

جہاد کا قرآنی مفہوم اور مغربی طاقتیں

مغربی طاقتوں نے بڑی شدت کے ساتھ جہاد کے خلاف ایک مضبوط و مستحکم محاذ کھول رکھا ہے اور جہاد کے قرآنی مفہوم کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک بنیادی اور اصولی بات ہے کہ غیر مسلم طاقتیں حضور اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ میں ایک دینی ریاست کے قیام کے دن سے ہی مسلمانوں کی عسکری قوّت کو نیست و نابود کرنے کے لیے مختلف نوعیت کے حیلے بہانے اور منصوبے بناتی چلی آرہی ہیں اور آج تک یہ مکروہ اور قابلِ مذمّت سلسلہ بڑے منظّم طریقے سے جاری ہے۔ اس وقت بھی جہاد کے تصوّر کو مسخ کرنے کے لیے اسے دہشت گردی کا نام دے کر خصوصی طور پر مسلمانوں میں ایک ذہنی خلفشار پیدا کرنے کی کوشش اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کا آغاز مدینہ میں مسلمانوں کی پہلی ریاست کے قیام کے وقت مشرکینِ مکہ اور مدینہ کے یہودیوں نے کر دیا تھا۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے اندر ریاست قائم کر کے سب سے پہلا عسکری معاہدہ مدینے کے یہودیوں سے ہی کیا تھا۔ جس کی تعمیل مدینے کے یہودیوں کی طرف سے نہ ہوئی۔ جنگِ خندق کے دوران یہودیوں نے اُس معاہدے سے انحراف کرتے ہوئے مشرکینِ مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی پیٹھ میں چُھرا گھونپنے کی کوشش کی۔ اس لیے مسلمانوں کو یہودیوں کے خلاف جوابی کارروائی کا حق حاصل تھا۔ چنانچہ یہودیوں کے خلاف جوابی کارروائی کی گئی۔ اس حقیقت کی روشنی میں ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ جہاد کا یہ آغاز جارحانہ نوعیت کا ہرگز نہیں تھا، بلکہ مدافعانہ نوعیت کا تھا۔ جس کا حق مسلمانوں کو اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے۔ کیونکہ اپنے دفاع میں لڑنا ایک بین الاقوامی سچائی ہے، جس سے انکار سچ کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

جہاد کے بارے میں پہلی بات جو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جہاد کا قرآنی مفہوم محض تیغ زنی نہیں ہے۔ بلکہ جہاد کا قرآنی مفہوم راہِ حق میں جدوجہد کرنا ہے۔ قرآن و سنت کے مطابق جہاد کو چار حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

اوّل: اپنے نفس کی سرکش خواہشوں اور قوتوں کے خلاف لڑنا، اسے حضور اکرم ﷺ نے جہادِ اکبر کہا ہے۔

دوم: علم کے ذریعے جہاد کرنا جسے ہم علمی اور قلمی جہاد کہتے ہیں۔ دین نے اس کے لیے جہاد بالقرآن کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

سوم: تیسری صورت مال و دولت کے ساتھ جہاد کرنا، یعنی راہِ حق میں مال و دولت کو خرچ کرنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چہارم: چوتھی قسم جہاد کی جان کے ساتھ جہاد کرنا ہے‘ یعنی راہِ حق میں تکلیفیں اٹھانا، جان کی پیش کش کرنا۔ قرآن میں اسے قتال فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے۔

جہاد کے بارے میں اس وضاحت کے بعد اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ راہِ حق میں حق کے لیے لڑنا جہاد کی صرف ایک صورت یا پھر قرآنی مفہوم کے مطابق ایک کڑی ہے۔

جہاد کے بارے میں قرآن پاک میں جو پہلا حکم دیا گیا خود اس حکم سے بات واضح ہوجاتی ہے کہ جہاد کا حکم کیوں دیا گیا تھا۔ سورہ حج میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''جن (مسلمانوں) سے لڑائی کی جاتی ہے ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے‘ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے ہیں‘ ان کا قصور اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔''

اس آیت پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لڑائی کے حکم کی وضاحت اور وجہ بیان کررہے ہیں کہ اب تم بھی لڑو کہ تمہیں گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور تمہارا قصور صرف یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاکر کفار کے ظلم وستم کا شکار ہوئے ہو۔ خود حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو جس طرح سے تنگ کیا گیا وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ مسلمانوں کو بھی دوبار حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ حضور اکرم ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔

آپ نے مکہ چھوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

''اے میرے پیارے وطن تُو مجھے بہت عزیز ہے لیکن میں کیا کروں مشرکین مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔''

اُس وقت سے لے کر آج تک جہاد ایسی ہی صورت میں ہوا ہے۔ جب مسلمانوں کو گھروں سے نکالا گیا۔ مسلمان محض اپنے دین کی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیئے گئے تو جہاد کیا گیا۔ تلوار اٹھائی گئی کہ اپنے دفاع میں جنگ لڑنا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔

جدید دور میں اس کی بہترین مثال فلسطین کے مسلمانوں کی ہے۔ جنہیں ان کے وطن سے نکال دیا گیا۔ اب وہ ایک مدت سے گھروں سے بے گھر ہوکر زندگی بسر کررہے ہیں۔ لبنان کے کیمپوں میں زندگی بسر کرتے ہوئے ان کی دونسلیں ختم ہوچکی ہیں۔ اب اگر فلسطین اپنے ان دشمنوں کے خلاف اسلحہ اٹھائے ہوئے ہیں تو یہ عین جہاد ہے اور اس کا انہیں حق حاصل ہے۔ یہی صورت افغانستان کی ہے‘ افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہوئیں تو افغانیوں نے اپنے وطن کی حفاظت کے لیے ہتھیار اٹھالیے۔ روسی فوجوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ جس کے بعد طالبان نے افغانستان میں امن قائم کرکے ایک پُر امن اور اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی تو امریکہ اور مغربی طاقتوں نے یہودیوں کے ایما پر اس اسلامی اور پُر امن ریاست پر ظلم وستم کرکے اسے ختم کردیا۔ اگر آج طالبان اس طاقت کے خلاف لڑرہے ہیں تو یہ عین جہاد ہے‘ جس کا انہیں ہرطرح سے حق حاصل ہے۔ قرآن پاک میں اگر مسلمانوں کو لڑنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجازت دی گئی تھی تو وہ بھی اس لیے کہ ان کے خلاف زیادتی کی جارہی تھی۔ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ انہیں اس لیے جلاوطن کیا گیا تھا کہ انہوں نے بتوں کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا۔

مغربی طاقتوں کی جہاد کے خلاف گمراہ کُن پروپیگنڈے کی تردید آج سے چودہ سو سال پہلے خود قرآن پاک نے ہی کر دی تھی۔ قرآن نے کھول کر بیان کر دیا کہ جہاد ایک مدافعانہ جنگ ہے۔ ایک ایسی اُصولی جنگ کہ جس کے بغیر کوئی اور چارہ کار باقی نہیں رہتا۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

> ''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور ایسے لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو، اور جہاں سے تم کو نکال دیا گیا ہے۔ وہاں سے تم ان کو نکال دو۔ دین کے لیے دُکھ دینا قتل سے زیادہ سخت ہے۔ اور جب تک کافر تم سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑیں تم اس جگہ پر ان سے نہ لڑو۔ اور اگر تم سے لڑیں تو تم بھی ان کو قتل کرو، کافر اسی کے سزاوار ہیں۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم ان سے لڑائی جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین صرف اللہ کے لیے ہو۔ ہاں اگر وہ جنگ سے رُک جائیں تو ظلم کرنے والوں کے سوا کسی پر سختی نہیں ہونی چاہیے۔ حرمت والے مہینے کا عوض حرمت والا مہینہ ہے اور تمام حرمتوں کے بدلے ہیں۔ پس جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو، اور اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو اللہ ان کا ساتھی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔'' (سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۴)

اس وقت دنیا میں جہاں کہیں جہاد ہو رہا ہے ان آیات قرآنی کے مطابق اپنے دفاع کے لیے ہو رہا ہے۔ اور اس دفاعی جنگ کے ذمہ دار مسلمان نہیں ہیں بلکہ وہی مغربی طاقتیں ہیں جنہوں نے جہاد کے خلاف شور مچا رکھا ہے۔ اور جہاد کے حوالے سے مسلمانوں کو دہشت پسند، جنگ جو، اور دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں پر اس الزام میں حقیقت نام کی کوئی شئے نہیں ہے۔ اس جہاد کو منسوخ قرار دلوانے کے لیے انگریزی سامراج نے پنجاب سے مرزا غلام احمد قادیانی نامی ایک جعلی شخص پیدا کیا اور اس کے ذریعے جہاد کو حرام قرار دلوانے کی ایک ناکام اور ناپاک کوشش کی تھی۔ اب چونکہ دوسرا کوئی ایسا نبی سامنے نہیں لایا جا سکتا، وہ سازش مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ اس لیے مغربی طاقتوں نے ایک نیا حربہ اور ایک نیا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ کہ جہاد کرنے والوں کو دہشت گرد کہہ کر مسلمانوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے:

''ایں خیال است و محال است و جنوں''

یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جبکہ یو۔ این۔ او کی جنرل اسمبلی بھی دہشت گردی کی تعریف کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اپنے حقوق کے لیے لڑنا، ظلم و ستم کے خلاف اسلحہ اٹھانا، یہ کہاں کی دہشت گردی ہے؟ اب تو مکہ معظمہ میں ہونے والی ''او۔ آئی۔ سی'' کی کانفرنس نے بھی یہ بات کہہ دی ہے کہ دہشت گردی اور اپنے حق کے لیے لڑنے والوں کے درمیان جو فرق ہے اسے سامنے رکھنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کشمیر، فلسطین، افغانستان، عراق اور چیچنیا کے اندر جو کچھ بھی مسلمان کر رہے ہیں اس کا انہیں پورا پورا حق حاصل ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں پر بھارت نے ظلم وستم کی تمام حدیں توڑ ڈالی ہیں۔ فلسطین میں غاصبانہ یہودی ریاست قائم کی گئی ہے۔ افغانستان میں شروع سے لے کر آج تک بیرونی مداخلت نے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ مسلمانوں کی پُر امن ریاست کو بمباری کے ذریعے ختم کیا گیا۔ جو کچھ عراق میں ہو رہا ہے وہ بھی اس ظلم کا ایک شدید ردِ عمل ہے جو اس قوم پر کیا گیا ہے۔ جس بات کا بہانہ بنا کر عراق پر حملہ کیا گیا تھا' وہ جھوٹ، فریب اور دھوکا ثابت ہو چکا ہے جس کا برملا اقرار خود امریکہ کے صدر جارج بش نے بھی کیا ہے۔ لہٰذا دنیا میں جہاں بھی مسلمان ظلم وستم کے خلاف صف آراء ہیں وہ جہاد ہے کیونکہ وہ اپنے دفاع میں لڑ رہے ہیں۔ اور اس لڑائی کی ذمہ داری انہی مغربی طاقتوں پر عائد ہوتی ہے جو جہاد کے خلاف شور مچا رہے ہیں۔

ہر عمل کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے اور ہر عمل فکر کے تابع ہے۔ فکر میں کجی اور نفاق ہو تو عمل قابلِ مذمّت ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ہر عمل کا جس کا انصاف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا' ردِ عمل بھی ویسے ہی ہوتا ہے۔ غلط عمل کو نظر انداز کر کے ردِ عمل کی مذمت نہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور نہ ہی انسانیت کے معیار پر پورا اُترتی ہے۔ اس وقت یہی ہو رہا ہے کہ مغربی طاقتیں اپنی غلط کارروائیوں کے بارے میں تو خاموش ہیں' لیکن اپنے غلط عمل کے ردِ عمل پر سیخ پا ہوتے ہوئے نہیں شرماتیں۔ بلکہ جہاد جیسی مقدس اور مدافعانہ جنگ کو دہشت گردی کہہ کر اپنے غلط اندازِ فکر اور غلط حکمتِ عملی کو تسکین پہنچانے میں دن رات مصروف ہیں۔ اسی کا نام دجل ہے کہ پانی کے صاف اور شفاف گلاس میں مٹھی بھر مٹی ڈال دو تاکہ پانی پینے کے قابل نہ رہے۔ انہوں نے جہاد جیسے مقدس فریضے کو دہشت گردی کا نام دے کر انسانیت کے ساتھ دجل کیا ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

جہاد ایک ایسی اصولی جنگ ہے جس کے جواز کو دنیا کی کوئی طاقت چیلنج نہیں کر سکتی۔ قرآن وسنت اس کی پوری پوری وضاحت کرتے ہیں کہ جہاد زندگی کے تحفظ، عقیدے کے تحفظ اور شر وفساد، قتل وغارت کو روک کر دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک مؤثر اور کارآمد ذریعہ ہے' جو دنیا میں امن برقرار رکھنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں ظلم وستم، ناجائز زیادتیوں کو بزور روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس میں جارحیت نام کی کوئی چیز نہیں۔ شروع سے لے کر آخر تک مدافعت ہی مدافعت ہے۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ اگر کہیں جہاد کے نام پر کوئی جارحیت ہوئی تو اس کی مذمت کی گئی۔ حکومت کی طرف سے اس کی باز پُرس کی گئی' فتح مکہ کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''بنو قذیمہ'' کی طرف بھیجا تو صاف فرما دیا کہ صرف دعوتِ اسلام مقصود ہے لڑائی مقصود نہیں۔ اس واضح حکم کے باوجود سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار سے کام لیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی تلافی فرمادی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا اور انہیں کہا گیا کہ ایک ایک بچے اور فرد کا ہی نہیں بلکہ جانوروں کا خون بہا ادا کیا جائے۔ (سیرۃ النبی ﷺ، جلد اوّل ص ۶۰۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصر کے مشہور مؤرخ محمد حسین ہیکل نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''حیات محمد ﷺ'' میں بھی اسی واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بہت سا مال دے کر تاکید فرمادی تھی کہ جان و مال کے نقصان کی تلافی کر دو چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو دیت اور تاوان ادا کیا۔ اس کے بعد جو رقم بچی وہ بھی انہی کو دے کر چلے آئے اور کہا کہ اگر کوئی اور نقصان اس کے علاوہ ہوا ہو جس کی نشان دہی اب تک نہ ہوئی ہو تو اُسے بھی رقم سے پورا کر لینا۔

(اردو ترجمہ ''حیات محمد ﷺ'' ص ۹۰۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے تو سپہ سالار کو ہمیشہ اس بات کی تنبیہہ کرتے کہ صرف میدانِ جنگ میں جو آپ کے مدمقابل ہوں ان کے خلاف ہی قتال کیا جائے۔ سرسبز و شاداب کھیتوں اور باغات کو ویران نہ کیا جائے۔ عبادت گاہوں میں داخل نہ ہونا۔ گھر میں بیٹھے ہوئے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھانا، صرف انہی سے جنگ کرنا جو تمہارے سامنے میدانِ جنگ میں موجود ہوں۔

مغربی طاقتوں کے پاس اگر کوئی ایسی مثال موجود ہو تو پیش کریں۔ روس کے اشتراکی انقلاب ۱۹۱۷ء کے بعد جو ظلم مسلمانوں کے ساتھ ہوا اس پر انسانیت آج بھی شرمندہ ہے اور قیامت تک شرمندہ رہے گی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جو ستم ترکی کے مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ افغانستان اور اب عراق میں جس طرح مسلمانوں کو بم باری کا نشانہ بنایا گیا ہے' جس طرح معصوم اور بے گناہ بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کیا گیا ہے اور جو مظالم فلسطین میں کئے جا رہے ہیں اس پر مغربی طاقتوں نے کبھی سوچا کہ وہ کیا کر رہی ہیں' اور کیوں کر رہی ہیں؟ سوچنا تو درکنار وہ ذرہ برابر بھی شرم محسوس نہیں کرتیں۔ اس پر طُرّہ یہ کہ مسلمانوں کو دہشت گردی کے طعنے دیتے ہیں:

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ!

دہشت گردی مسلمان نہیں کر رہے وہ تو اپنی بقا کے لیے دفاعی اور اصولی جنگ لڑ رہے ہیں۔ دہشت گردی زیر زمین وہ ایجنسیاں مغربی طاقتوں کے ایماء پر کر رہی ہیں جن کا مقصد اصولی اور دفاعی جنگ لڑنے والوں کو بدنام کرنا ہے تاکہ عام مسلمان ان کے خلاف نفرت کا اظہار کر کے ان سے لاتعلق ہو جائیں اور وہ مسلمانوں پر اپنے ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ اگر مغربی طاقتیں ظلم و ستم بند نہیں کرتیں تو مسلمان جہاد کو کیوں چھوڑیں؟

وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر ہو کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگرداں کیوں ہو

© rasailojaraid.com